Pakistan Journal of Qur'ānic Studies

ISSN Print: 2958-9177, ISSN Online: 2958-9185
Vol. 3, Issue 2, July – December 2024, Page no. 181-207
HEC: https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089226#journal_result
Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs
Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/issue/view/206
Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/3127
DOI: https://doi.org/10.52461/pjqs.v3i2.3127
Publisher: Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

---

Title **Discussion of Tafsīr wa Ta'wīl, Allāmah Zarkashī's Ijtihādī Methodology.**

Author (s): **Prof. Dr. Muhammad Farooq Haider**
Professor, Department of Arabic & Islamic Studies, GC University Lahore, dr.farooqhaider@gcu.edu.pk.

Maham Zahid
M. Phil Scholar, Department of Arabic & Islamic Studies, GC University Lahore, mahamzahid506@gmail.com.

Received on: 19 September, 2024
Accepted on: 25 November, 2024
Published on: 30 December, 2024

Citation: Dr. Muhammad Farooq Haider, and Maham Zahid. 2024. "تفسیروتأویل کی بحث،علامہ زرکشیؒ کااجتہادی منہج: Discussion of Tafsīr Wa Ta'wīl, Allāmah Zarkashī's Ijtihādī Methodology". *Pakistan Journal of Qur'ānic Studies* 3 (2):181-207. https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/3127.

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

All Rights Reserved © 2024 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

Pakistan Journal of Qur'ānic Studies, Vol. 3, Issue 2, July - December 2024, PP. 181-207

تفسیر و تأویل کی بحث، علامہ زرکشیؒ کا اجتہادی منہج

Discussion of Tafsīr wa Ta’wīl, Allāmah Zarkashī's Ijtihādī Methodology

Prof. Dr. Muhammad Farooq Haider
Professor, Department of Arabic & Islamic Studies, GC University Lahore, dr.farooqhaider@gcu.edu.pk.

Maham Zahid
M. Phil Scholar, Department of Arabic & Islamic Studies, GC University Lahore, mahamzahid506@gmail.com.

Abstract:

Al-Burhān fī ‘Ulūm al-Qur’ān by Imām Zarkashī (d.794 A.H.) is the foremost trend setting book of the Qur’ānic Sciences. In this book, the eminent Shāfi‘ī jurist Imām Zarkashī not only delineates the 47 topics of Qur’anic Sciences along with their core doctrines but also introduces several topics for the first time in systematic manner. Likewise this book pioneers the discussion of Tafsīr and Ta’wīl as an independent subject for the first time. Prior to this, such discussions were dispersed across various prefaces of Qur’anic Commentaries. In this discussion Allāma Zarkashī not only articulated the philosophy of Tafsīr and Ta’wīl in a systematic manner but has also provided detailed discussions on other principles and fundamentals, which emphasizes the depth and significance of this discourse. This definitive discussion on Tafsīr and Ta’wīl has been organized by Allāma Zarkashī on a unique ijtihādī methodology, demonstrative of his scholarly distinctiveness. The contents of this discussion include the literal and terminological meanings of Tafsīr and Ta’wīl, their differences, sources and various aspects of Tafsīr, the essential sciences necessary for an exegete and numerous lexical discussions of the Qur’an. Allāma Zarkashī has also documented the diverse aspects of inference through these core linguistic principles, in Tafsīr al-Qur’an, elucidating them with exegetical examples. This seminal discussion, reflecting Imām Zarkashī’s diligent insight, serves as a primary source for Tafsīr discussions in subsequent literature of Qur'anic Sciences and Tafsīrī Principles.

Keywords: *Al-Burhān, Zarkashī, Qur’ānic Sciences, Tafsīr, Ta’wīl, Methodology.*

تمہید:

علامہ زرکشیؒ کا پورا نام محمد بن بہادر، کنیت ابو عبد اللہ اور لقب بدر الدین ہے۔ مصر میں 745ھ میں پیدا ہوئے اور بچپن ہی سے علم سے وابستہ ہو گئے۔ انتہائی محنت توجہ اور انہماک کے ساتھ علم کی تحصیل کی۔ آپ کو مختلف علوم و فنون جیسے تفسیر، حدیث، فقہ، اصول اور ادب میں مہارت حاصل تھی۔ مسلکاً شافعی تھے۔ علوم و فنون کی اس جامع شخصیت نے 794ھ میں

قاھرہ میں وفات پائی۔[1] تصانیف کی کثرت کی وجہ سے علامہ زرکشیؒ "المصنف" کے لقب سے بھی مشہور ہوئے۔[2] البرھان فی علوم القرآن کے علاوہ آپ کی جس کتاب کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی وہ فقہ شافعیہ کے اصولوں پر مبنی کتاب البحرالمحیط في اصول الفقه ہے۔[3]

(الف) تفسیر وتأویل کی بطور بحث تشکیل:

فن علوم القرآن واصول تفسیر کے بنیادی مباحث میں سے ایک تفسیر و تأویل ہے۔ تفسیر و تأویل کو البرہان فی علوم القرآن میں جس قدر شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا گیا اس قدر تفصیل سے یہ بحث نہ تو تفسیری مقدمات میں اور نہ ہی مستقل کتب اصول تفسیر کا موضوع رہی البتہ مقدمات تفسیر میں بحث ہٰذا کے مشمولات کو جزوی حیثیت میں بیان کیا گیا۔ جیسا کہ مقدمہ جامع البیان عن تأویل آی القرآن از طبریؒ (متوفی 310 ھ) میں تفسیر و تأویل کے ذیلی ابحاث مثلاً تفسیر قرآن کی معرفت کے وجوہ، تفسیر بالرائے، مفسر صحابہ اور اقسام تفسیر سے بحث کی گئی ہے۔ اسی طرح مقدمہ کتاب المباني لنظم المعاني میں دو مباحث تفسیر و تأویل اور تفسیر قرآن کے جواز وعدم جواز سے کلام کیا گیا ہے جبکہ ابن جوزیؒ (متوفی 597 ھ) نے اپنی تفسیر زاد المسیر کے آغاز میں تفسیر و تأویل کی تعریفات، تاریخ تفسیر، مفسر صحابہ اور اقسام تفسیر کو بشکل دو صفحات میں بیان کیا ہے۔ المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز کے مقدمہ میں ابن عطیہؒ (متوفی 541 ھ) نے "علم التفسیر" کے عنوان سے بحث کی ہے جو تفسیر و تأویل کی تعریفات، فرق، اقسام، وجوہ اور مفسرین فی الصحابۃ کے بیان کو مختصراً محیط ہے۔ جب کہ الجامع لاحکام القرآن کے مقدمہ میں امام قرطبیؒ (متوفی 671ھ) نے تفسیر قرآن کے فضائل، تفسیر بالرائے کے بارے میں وعید اور مراتب مفسرین سے مختصراً بحث کی ہے۔ تفسیر و تأویل کی تدوین کا دوسرا مرحلہ مستقل کتب علوم القرآن کی تصنیف کا ہے۔ جن میں اس فن کی اولین جامع مبسوط کتاب البرہان فی علوم القرآن میں دیگر متعدد انواع علوم القرآن کی طرح تفسیر و تأویل کو بھی پہلی مرتبہ بطور مستقل بحث شامل کیا گیا۔

[1] ابن العماد حنبلی، شذرات الذهب فی اخبار من ذهب، قاهره، مکتبہ القدسی، 1350ھ، 6:335؛ زرکلی، خیر الدین، العلام قاموس تراجم لاشهر الرجال والنساء من العرب والمستغربین والمستشرقین، بیروت، دار العلم للملایین، س ن، 6:60

[2] یوسف بن تغری بردی بن عبد اللہ، النجوم الزاهرة فی ملوک مصر والقاهره، مصر، دار الکتب، س ن، 12:134؛ محمد فاروق حیدر، ڈاکٹر، علوم القرآن، لاہور، کتاب سرائے، 2022ء، ص 103

[3] محمد فاروق حیدر، پروفیسر، ڈاکٹر، علوم القرآن کی تاسیس و تشکیل کا اصولی منہاج اور امام زرکشیؒ، مجلہ: القلم، 25 جون 2024ء

کتب اصول تفسیر میں تفسیر و تأویل کی بحث بحیثیت مستقل نوع موضوع تحقیق نہیں رہی۔ مقدمہ في اصول التفسیر میں ابن تیمیہؒ (متوفی 621ھ) نے تفسیر و تأویل اوراس کے اصول ومبادیات سے بحث نہیں کی البتہ تفسیر کے بہترین طرق کے مختصر بیان پر اکتفا کیا۔ مختلف انواع کتب کے محتویات و مشمولات کا جائزہ اس بات پر منتج ہوتا ہے کہ علامہ زرکشیؒ ہی وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے اپنی کتاب البرہان فی علوم القرآن میں اس موضوع پر نہ صرف مفصل کلام کیا بلکہ مقدمات تفسیر میں منتشر تفسیر و تأویل کے متفرق مباحث کو ایک مستقل عنوان کے تحت جمع کیا ہے۔ علوم القرآن کی تشکیل و تدوین کے حوالے سے اس بحث کو بھی اولیات زرکشیؒ میں شمار کرنا بے جا نہ ہو گا۔ جس کو علامہ جلال الدین سیوطیؒ (متوفی 911ھ) نے الاتقان في علوم القرآن میں اور آپ کے واسطے سے مابعد کے تمام ماہرین علوم القرآن نے ماخذ بنایا ہے۔ مقالہ ہٰذا میں تفسیر و تأویل کی اس جامع بحث کے اسلوب و منہج کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

(ب) تفسیر و تأویل کی بحث میں علامہ زرکشیؒ کا منہج استدلال:

"معرفة تفسيره وتأويله" کے عنوان سے البرہان فی علوم القرآن میں قائم کی گئی اکتالیسویں نوع اپنے محتویات و مشمولات کے اعتبار سے نہایت جامع اور مبسوط ہے۔ علامہ زرکشیؒ نے اس بحث کو تفسیر و تأویل کے مفاہیم، فروق اور ان کے وسیع مدلولات تک محدود نہیں رکھا بلکہ اپنی فقہی و اجتہادی بصیرت سے تفسیر قرآن کے ماخذات، وجوہ تفسیر، مفسر کے لیے ضروری علوم اور دیگر ابحاث لفظیہ کے بیان سے اس کے حصار کو وسعت بخشی ہے جو کہ علامہ زرکشیؒ کا انفراد ہے۔ اس بحث کی منفرد خصوصیت یہ ہے کہ مابعد کے ماہرین علوم القرآن اور اصول تفسیر کے مؤلفین کے لیے اس بحث میں ایسا مواد موجود تھا جس کی روشنی میں نہ صرف الگ الگ مباحث وجود میں آئے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ یہ بحث جدید کتب اصول تفسیر کے لیے بالواسطہ یا بلاواسطہ بنیادی ماخذ کا درجہ رکھتی ہے۔ ان ابحاث میں علامہ زرکشیؒ کا استدلالی منہج ذیل میں پیش کیا گیا ہے۔

(1) تفسیر و تأویل، لغوی و اصطلاحی مفاہیم:

علامہ زرکشیؒ نے عبارت کی معنوی تعبیر کے مختلف طرق کو اساس بناتے ہوئے تفسیر و تأویل کی مفصل بحث کا آغاز کیا ہے جس کی اصل ابن فارس کا وہ قول ہے جو معنی، تفسیر اور تأویل کے متقارب المعنی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔[4]

---

[4]زرکشیؒ، بدرالدین، علامہ، البرہان فی علوم القران، تحقیق یوسف عبدالرحمن المرعشلی و دیگر، بیروت، دارالمعرفة، 1990ء، 2:283

تفسیر: لغوی لحاظ سے تفسیر "ف، س، ر" سے مصدر ہے جس کا معنی واضح کرنا، کھولنا کے ہیں۔[5] علامہ زرکشیؒ فسرہ اور سفرہ سے لفظ تفسیر کا اشتقاق بیان کرتے ہوئے تفسیر کے لغوی مفہوم کو یوں بیان کرتے ہیں:

فالتفسیرکشف المغلق من المراد بلفظه، واطلاق للمحتبس عن الفهم به۔[6]

پس تفسیر کا مطلب ہے مغلق لفظ کی مراد کو کھولنا اور اسے سمجھنے میں آڑے آنے والی رکاوٹ کو ہٹانا۔

علامہ زرکشیؒ نے تفسیر کی اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

التفسیر: علم یعرف به فهم کتاب الله المنزل علی نبیه محمدﷺ وبیان معانیه واستخراج احکامه وحکمه۔[7]

تفسیر ایسا علم ہے جس سے آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب اللہ کا فہم حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے معنی کی بھی وضاحت ہوتی ہے اور اس کے ذریعے قرآن کے احکام اور حکمتوں کا استخراج ہوتا ہے۔

علامہ زرکشیؒ سے تفسیر کی ایک اور اصطلاحی تعریف بھی منقول ہے جس کی جامعیت اس میں مذکور فہم قرآن کے مختلف علوم کے تذکرہ پر موقوف ہے۔ مصنف لکھتے ہیں:

وهو علم نزول الآیة وسورتها واقاصیصها، والاشارات النازلة فیها، ثم ترتیب مکیها ومدنیها ومحکمها ومتشابهها وناسخها ومنسوخها، وخاصها وعامها ومطلقها ومقیدها ومجملها ومفسرها. وزاد فیها قوم، فقالوا: علم حلالها وحرامها ووعدها ووعیدها وامرها ونهیها وعبرها وامثالها۔[8]

اس تعریف میں ان اہم علوم کا بیان شامل ہے جو ایک مفسر دوران تفسیر ملحوظ رکھتا ہے تاکہ وہ درست مراد الٰہی تک رسائی حاصل کر سکے۔

تأویل: یہ "اول" سے مشتق ہے جس کے معنی لوٹنا کے ہیں[9] علامہ زرکشیؒ لکھتے ہیں:

وأما التأویل فأصله في اللغة من الأول۔[10]

---

[5] ابن منظور افریقی، لسان العرب، بیروت، دار صادر، 1414ھ، 55:5

[6] البرہان فی علوم القرآن، 284:2

[7] البرہان فی علوم القرآن، 104:1

[8] البرہان فی علوم القرآن، 284:2

[9] راغب اصفہانی، امام، مفردات فی غریب القران، بیروت، داراحیاء التراث العربی، 2002ء، ص36

[10] البرہان فی علوم القرآن، 284:2

لغت میں تأویل کی اصل اول ہے علاوہ ازیں علامہ زرکشیؒ نے آیات قرآنی سے استدلال کرتے ہوئے تأویل کا ایک اور معنی بھی اخذ کیا ہے جو انجام اور عاقبت کے مفہوم پر دلالت کرتا ہے۔ علامہ نے تأویل کی درج ذیل اصطلاحی تعریف بیان کی ہے:

أي صرفته فانصرف، فكأن التأويل صرف الآية إلى ماتحتمله من المعاني، وإنما بنوه على التفعيل لما تقدم ذكره في التفسير۔[11]

یعنی تأویل کا مطلب ہے آیت کو اس کے معنی کی طرف پھیر دینا جن کا احتمال پایا جاتا ہے اور اسے باب تفعیل کے ساتھ ذکر کرنا کثرت اور مبالغہ کا اظہار ہے۔

(2) تفسیر و تأویل میں فرق:

علامہ زرکشیؒ نے تفسیر و تأویل کی تفریق کے تفصیلی بیان سے قبل اس بات کی وضاحت کی ہے کہ عرفی استعمال کے اعتبار سے دونوں کا معنی ایک ہی ہے لیکن در حقیقت ان میں اختلاف ہے، لکھتے ہیں:

التفسير والتأويل واحد بحسب عرف الاستعمال، والصحيح تغايرهما واختلفوا۔[12]

اس اختلاف کی توضیح کے لیے علامہ نے امام راغبؒ، ابو نصر القشیریؒ، ابو قاسم حبیب النیشاپوریؒ کے بیان کردہ اقوال سے استدلال کیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ تفسیر تأویل کی نسبت عام ہے اور اس کا تعلق جملوں سے ہے جبکہ تأویل الفاظ کے ساتھ خاص ہے۔ تأویل کسی مشترک لفظ کے مختلف معانی میں سے کسی ایک کی تعیین ہے جو استنباط پر منحصر ہے۔ اس کے برعکس غریب و مختصر کی شرح اور معرفت کلام کے لیے قصہ کے بیان پر تفسیر کا اطلاق ہوتا ہے جس کا انحصار پیروی و سماع پر ہے۔[13] علامہ زرکشیؒ نے تفسیر کے مفہوم کی کامل تفہیم کے لیے چند آیت قرآنیہ بھی بطور استدلال نقل کی ہیں۔ اس بحث کے اختتام پر جواز تأویل، خلاف شریعت تأویل کے ممانعت اور تأویل کے بارے صائب رائے جیسے پہلو بھی مختصراً حوالہ اوراق کیے گئے ہیں۔

---

[11] البرہان فی علوم القرآن، 285:2

[12] البرہان فی علوم القرآن، 285:2

[13] تفصیل کے لئے دیکھئے، البرہان فی علوم القرآن، 2:285-286

(3) معانی قرآن کی وسعت اور تفسیر ظاہر:

قرآن کریم علوم وفنون کا بحر بے کراں ہے جس کا فہم علوم اصلیہ میں مہارت کا محتاج ہے۔ امام زرکشیؒ نے قرآن کی معنوی وسعت، اس میں پنہاں اشارات، لطائف و حقائق اور ان تک رسائی کے متفرق ذرائع سے بحث کی ہے اس ضمن میں مؤلف نے قرآن کے معنوی اعجاز کے بارے صحابہؓ و تابعین کرامؒ اور آئمہ کے چند اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ نصوص قرآنی میں موجود ومضمر مرادات الٰہی تک رسائی کا ایک پہلو ظاہر قرآن کی روشنی میں تفسیر بھی ہے۔ صاحب البرہان نے تفسیر ظاہر جس کا زیادہ تر انحصار لغت عرب پر ہے، اس کی اہمیت کے بیان میں لکھا ہے کہ:

ومن ادعى فهم أسرارِ القرآن ولم يحكم التفسير الظاهر فهو كمن ادعى البلوغ إلى صدر البيت قبل تجاوز الباب۔[14]

وہ شخص جو ظاہری تفسیر کا حکم لگائے بناہی قرآن مجید کے اسرار و حکم کی تفہیم کا دعویدار ہو اس کی مثال اس شخص کی ہے جو دروازے میں داخل ہونے سے قبل ہی گھر کے اندر پہنچ جانے کا دعوی کرتا ہو۔

تفسیر ظاہر فہم معنی قرآن کا ایک اہم ذریعہ ہے مگر صرف اسی پر مکمل انحصار حقائق معنی تک رسائی کے لیے ناکافی ہے جیسا کہ امام زرکشیؒ لکھتے ہیں:

ومن أحاط بظاهر التفسير –وهو معنى الألفاظ في اللغة– لم يكف ذلك في فهم حقائق المعاني۔[15]

اس امر کی توضیح میں علامہ موصوف نے آیات قرآنی سے متعدد امثلہ بھی نقل کی ہیں۔ بطور نظیر ایک مثال درج ذیل ہے:

قوله تعالى: "وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ رَمَىٰ"[16] فظاهر تفسيره واضح وحقيقة معناه غامضة فإنه إثبات للرمي ونفي له وهما متضادان في الظاهر ما لم يفهم أنه رمى من وجه ولم يرم من جهة ومن الوجه الذي لم يرم ما رماه الله عز وجل۔[17]

---

[14] البرہان فی علوم القرآن، 291:2

[15] البرہان فی علوم القرآن، 291:2

[16] الانفال 17:8

[17] البرہان فی علوم القرآن، 291:2

اس آیت میں بظاہر تعارض محسوس ہوتا ہے کہ ایک طرف تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رمی ثابت ہے اور دوسری طرف نفی ہے۔ کیونکہ اس میں حقیقی معنی مخفی ہے اور ظاہری معنی سے آیت کی تفہیم ممکن نہیں۔ لہٰذا صرف لغت پر انحصار درست واصل معنی تک رسائی کا ضامن نہیں بلکہ دیگر نقلی و عقلی علوم کا تبحر بھی لازم وملزوم ہے۔

(4) ماخذات تفسیر:

یہ بحث تفسیر و تأویل کی نوع کا ایک اہم حصہ ہے۔ تفسیر کی جستجو کی غرض سے قرآن میں غور وفکر کرنے والے کے لئے بکثرت ماخذات موجود ہیں۔ علامہ زرکشیؒ نے ان میں سے چار بڑے ماخذات سے مفصل کلام کیا ہے۔ آغاز بحث میں علامہ رقمطراز ہیں: للناظر في القرآن لطالب التفسير مآخذ كثيرة أمهاتها أربعة۔[18]

ان مصادر تفسیر کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے:

تفسیر القرآن بالسنۃ:

علامہ زرکشیؒ نے سنت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تفسیر قرآن کے اول واقویٰ مصدر کے طور پر بیان کیا ہے اور بطور مثال چند تفسیری نظائر بھی نقل کیے ہیں علاوہ ازیں ضعیف وموضوع روایات سے اجتناب کی تلقین بھی شامل بحث ہے۔

تفسیر القرآن باقوال الصحابۃ والتابعین:

علامہ زرکشیؒ اس بارے میں لکھتے ہیں:

فإن تفسيره عندهم بمنزلة المرفوع إلى النبي صلى الله عليه وسلم۔[19]

قول صحابی رضی اللہ عنہم کو تفسیر قرآن میں مرفوع حدیث کے درجہ حاصل ہے۔ اسکی تائید میں علامہ زرکشیؒ نے امام حاکمؒ کے قول کو دلیل بنایا ہے: فإن الصحابي الذي شهد الوحى والتنزيل فاخبر عن آية من القرآن أنها نزلت في كذا وكذا فإنه حديث مسند۔[20]

---

[18] البرہان فی علوم القرآن، 292:2

[19] البرہان فی علوم القرآن، 293:2

[20] حاکم، محمد بن عبداللہ، معرفۃ علوم الحدیث، تحقیق السید معظم حسین، المدینۃ المنورۃ، المکتبۃ العلمیۃ، 1977ء، ص20؛ حاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، تحقیق مصطفی عبدالقادر عطا، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۰ء، 283:2

امام زرکشیؒ نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ قول صحابی حجت ہے کیونکہ آپ کے نزدیک ((لأنه من باب الرواية لا الرأى))[21]قول صحابی کا تعلق رائے سے نہیں بلکہ روایت کے باب سے ہے۔

تفسیر میں اقوال تابعینؒ کی طرف رجوع کرنے کے حوالے سے علامہ زرکشیؒ نے نقل کیا کہ اس بارے امام احمدؒ سے دو روایات منقول ہیں معروف حنبلی عالم ابن عقیلؒ نے ممانعت کی روایت کو اختیار کیا ہے اور شعبہؒ سے اس کو بیان کیا ہے لیکن مفسرین کا عمل اس کے برعکس ہے کیونکہ ان سب نے اپنی تفاسیر میں تابعین کے اقوال نقل کیے ہیں۔[22]طبقہ تابعین کے غالب اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہی منقول ہیں۔اس کے بعد علامہ نے کبار تابعین کے اسماء کا ذکر کیا ہے جن میں حسنؒ، مجاہدؒ اور سعید بن جبیرؒ شامل ہیں۔اس کے بعد وہ طبقہ ہے جنہوں نے صحابہ و تابعینؒ کے تفسیری اقوال کو جمع کیا اس ضمن میں سفیان بن عیینہؒ، وکیع بن الجراحؒ، شعبہ بن الحجاجؒ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔علامہ زرکشیؒ نے بحث ہٰذا میں مفسرین کے جن طبقات سے بحث کی ہے ان کا خاکہ درج ذیل ہے:

طبقات المفسرین	تفصیل
طبقہ اول	اس طبقہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں مثلاً حضرت عبد اللہ ابن عباس، حضرت علی، حضرت عمرو بن العاص۔
طبقہ دوم	یہ طبقہ تابعین رحمۃ اللہ علیہم کا ہے جیسا کہ ضحاکؒ، سعید بن جبیرؒ، قتادہؒ، مجاہدؒ وغیرہ۔
طبقہ سوم	یہ طبقہ تبع تابعینؒ کا ہے۔یہ وہ حضرات ہیں جنہوں کے اقوال صحابہ و تابعین کو جمع کیا جن میں وکیع بن الجراحؒ، سفیان بن عیینہؒ، اسحاق بن رواہیہؒ و دیگر شامل ہیں۔
طبقہ چہارم	مفسرین کا یہ طبقہ ان حضرات کو شامل ہے جنہوں نے صحابہ و تابعین سے منقول تفسیری اقوال اپنی تفاسیر میں بطور استدلال کثرت سے نقل کیے ہیں۔ اس ضمن میں امام طبریؒ، امام رازیؒ، ابو بکر النقاشؒ، ابو جعفر النحاسؒ کے اسماء مذکور ہیں۔

علاوہ ازیں علامہ موصوف نے تفسیرے اختلاف کو تنوع قرار دیا ہے نہ کہ حقیقی اختلاف کیونکہ آپ کے نزدیک عبارات کے اختلاف کو مرادات کا اختلاف نہیں سمجھنا چاہئے۔آپ نے جب اختلاف میں جمع ممکن نہ ہو ایسی صورت کو بھی واضح کیا۔

[21]البرہان فی علوم القرآن،2:293

[22]تفصیل کے لئے دیکھئے:البرہان فی علوم القرآن،2:294

تفسیر القرآن بمطلق اللغۃ:

تفسیر قرآن کا تیسرا ماخذ مطلق لغت ہے کیونکہ قرآن وقت کی فصیح وبلیغ زبان عربی میں نازل ہوا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ"[23]

اس بحث میں علامہ زرکشیؒ نے تفسیر قرآن میں لغت سے استدلال کی اہمیت کے بیان کے علاوہ امام احمد بن حنبلؒ سے استدلال باللغۃ کے جواز و عدم جواز کے بارے میں منقول دو اقوال کی درست تعبیر اور اس سے پیدا ہونے والے شائبہ کا ازالہ بھی حوالہ قرطاس کیا۔[24]

تفسیر القرآن بالرائے:

وہ تفسیر جو کلام کے معنی کے مقتضی اور قوت شرع سے اخذ کی گئی رائے پر موقوف ہوتی ہے۔ اس ضمن میں علامہ زرکشیؒ نے تفسیر بالرائے کی ممانعت سے متعلق وارد ہونے والی روایات کی متعدد تعبیرات و توجیہات بیان کی ہیں جو تفسیر بالرائے کے لیے ضروری علوم اور اصول و مبادیات کی بھی مخبر ہیں۔[25]

(5) وجوہ تفسیر، روایت ابن عباس کی تعبیر:

بحث ہٰذا میں علامہ زرکشیؒ نے ابن عباس سے منقول تفسیر کی اس تقسیم کو اساس بنایا ہے۔

حدثنا الثوري عن ابن عباس أنه قسم التفسير إلى أربعة أقسام: قسم تعرفه العرب في كلامها، وقسم لا يعذر أحد بجهالته يقول من الحلال والحرام، وقسم يعلمه العلماء خاصة، وقسم لا يعلمه إلا الله ومن ادعى علمه فهو كاذب۔[26]

امام زرکشیؒ نے درج بالا تقسیم کو صحیح قرار دیتے ہوئے ہر نوع سے سیر حاصل کلام کیا ہے جو دیگر ذیلی تفصیلات کو بھی محیط ہے۔ اس بحث کا مختصر خاکہ درج ذیل ہے:

---

[23]الشعراء 195:26

[24]تفصیل کے لئے دیکھئے: البرہان فی علوم القرآن، 302:2

[25]الماخوذ، البرہان فی علوم القرآن، 302:2

[26]طبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، مکہ مکرمہ، دار التربیہ والتراث، س ن، 74:1؛ البرہان فی علوم القرآن، 306:2

اول: وہ تفسیر جس کی معرفت اہل عرب کو حاصل ہے۔اس حوالے سے علامہ زرکشیؒ نے دوعلوم لغت اور اعراب کو بطور ترجیح بیان کیاہے اور ان میں قاری اور مفسر کے لیے فہم کے مدارج کی تعیین نہایت اہمیت کی حامل ہے۔

ثانی: وہ تفسیر جس بارے جہالت کا عذر کسی کی طرف سے قبول نہیں یعنی حلال و حرام کا علم جس سے عدم واقفیت کسی بھی طور نا قابل قبول ہے۔اس بارے علامہ زرکشیؒ لکھتے ہیں:

"یہ اس کے معنی کی وہ معرفت ہے جو ان نصوص سے فوراً مفہوم ہوتی ہے جو نصوص شرعی احکام اور توحید کے دلائل کو متضمن ہیں۔ اور ہر لفظ ایک جلی معنی پر دلالت کرتا ہے اور جس کے بارے میں واضح معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کی مراد یہی ہے۔یہی وہ قسم ہے جس کے حکم میں کوئی اختلاف نہیں اور جس کی تاویل میں کوئی التباس نہیں ہے۔"[27]

اس پہلو کی توضیح کے لیے علامہ نے آیات قرآنیہ سے بھی استدلال کیاہے۔

ثالث: وہ تفسیر جس کی معرفت کا ذریعہ اللہ کی ذات ہے۔علامہ زرکشیؒ اس بارے بیان کرتے ہیں کہ:

"تفسیر کی تیسری قسم وہ ہے جس کا علم صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہے اور یہ غیبی امور کو شامل ہے۔جیسا کہ وہ آیات جن میں قیامت کے وقوع، بارش کے نزول، ارحام کا علم، روح کی تفسیر اور حروف مقطعات کا علم شامل ہے۔"[28]

مختلف متشابہات کی نشاندہی کرنے کے بعد علامہ متشابہات قرآن میں اجتہاد کے بارے درست موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

وكل متشابه في القرآن عند أهل الحق فلامساغ للاجتهاد في تفسيره ولا طريق إلى ذلك إلاابالتوقيف من أحدثلاثة أوجه إمانص من التنزيل أو بيان من النبي صلى الله عليه وسلم أو إجماع الأمة على تأويله فإذا لم يرد فيه توقيف من هذه الجهات علمنا أنه مما استأثر الله تعالى بعلمه۔[29]

اہل حق کے نزدیک قرآن مجید میں جو امور متشابہات میں سے ہیں ان کی تفسیر میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ایسے متشابہ امور کی تفہیم صرف علم توقیفی ہی سے ممکن ہے جس کی تین میں سے کوئی ایک صورت ہو سکتی ہے یاتو قرآن کی کوئی

[27]البرہان فی علوم القرآن،307:2

[28]البرہان فی علوم القرآن،307:2

[29]البرہان فی علوم القرآن،307:2

آیت نازل ہو، یا اس بارے آپ ﷺ کا واضح فرمان ہو یا پھر اس تشابہ کی تأویل پر امت کا اجماع ہو۔ اگر ان جہات سے معانی تک رسائی حاصل نہ ہو تو ہمیں معلوم ہے کہ یہ اس جہت سے ہے جو اللہ کے علم کے ساتھ خاص ہے۔

رابع: وہ تفسیر جس کا مرجع علماء کا اجتہاد ہے۔ یہ تفسیر بالرائے ہی کی ایک جہت ہے۔ علامہ زرکشیؒ کے مطابق یہ تفسیر کی وہ قسم ہے جس پر اکثر تأویل کا اطلاق ہوتا ہے۔[30] تفسیر بالاجتہاد کی جزوی تفصیل بیان کرتے ہوئے صاحب البرہان لکھتے ہیں:

"لفظ کو اس کی تاویل کی طرف پھیرنا۔ پس مفسر منقول اور مؤول مستنبط ہوتا ہے جیسے استنباط احکام, بیان مجمل, عموم کی تخصیص اور ہر وہ لفظ جو دو معنی کا احتمال رکھتا ہے تو اس میں کسی بھی غیر عالم کے لیے جائز نہیں کہ وہ اجتہاد کرے۔ اور علماء پر بھی یہ لازم ہے کہ وہ شواہد اور دلائل پر اعتماد کریں ان کے لیے بھی یہ درست نہیں کہ صرف اپنی رائے کا ہی اعتبار کریں۔"[31]

دیگر وجوہ کی نسبت یہ قسم زیادہ مفصل و جامع ہے۔ اس میں امام موصوف نے مشترک لفظ کی ذیلی ابحاث کا اہتمام بھی کیا ہے جن میں لفظ کا ظاہر و خفاء میں استعمال، حقیقت شرعی، عرفی و لغوی میں یکساں و متفرق استعمال، ایک لفظ کے متقارب و مخالف معنی میں استدلال کی مختلف نوعیتیں شامل ہیں۔

(6) مفسر کے لئے ضروری علوم:

تفسیر و تأویل کی بحث کا ایک نمایاں حصہ مفسر کے لیے علوم ضروریہ کے ابحاث کو محیط ہے۔ اس نوع کے آغاز میں امام زرکشیؒ نے لغت عرب اور دیگر علوم کا تذکرہ کیا ہے جن کی معرفت مفسر کے لیے لازم و ملزوم ہے۔ لکھتے ہیں:

"اول: لفظ کی تفسیر کے لئے مفسر لغتِ عرب کی معرفت میں مہارت کا محتاج ہے۔ ثانی: دو معانی کے محتمل لفظ کو ان میں سے کسی ایک معنی پر محمول کرنے کے لئے چند علوم کی معرفت ضروری ہے۔ جیسا کہ عربی و لغت میں مہارت، علم الوصول میں سے اشیاء کی حدود کا ادراک (یعنی حلال و حرام)، امر، نہی اور خبر کے صیغے، مجمل و مبین، عام و خاص، ظاہر و مضمر، محکم، تشابہ و مؤول، حقیقت و مجاز، صریح و کنایہ، مطلق و مقید اور وہ فروعی علوم جن کا فہم استنباط و استدلال سے حاصل ہوتا ہے۔"[32]

---

[30] البرہان فی علوم القرآن، 307:2

[31] البرہان فی علوم القرآن، 308:2

[32] البرہان فی علوم القرآن، 309:2

علاوہ ازیں مفسر کے لیے کسی بات کو بالجزم کرنے کی ممانعت کرتے ہوئے علامہ نے حدیث نبوی ﷺ میں مستعمل الفاظ "ظاہر، باطن، حد، مطلع" کے معنی و مفاہیم، اطلاقات و تعبیرات کو شرح و بسط سے بیان کیا ہے۔ یہ بحث مختلف اقوال آئمہ سے بھی مستدل ہے۔ ان جزوی تفصیلات کے بیان کے بعد اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہوئے علامہ زرکشیؒ نے ان علوم کی نشاندہی بھی کی ہے جن سے ابتدا کرنا مفسر کے لیے واجب ہے۔ یہ علوم درج ذیل ہیں:

(1)علم مفردات (2)علم اعجاز

علم المفرد کی ضرورت واہمیت کے مدلل بیان کے بعد اس کے تین جزوی پہلو علم لغت، علم تصریف، علم اشتقاق اور ترکیب کے متفرق جہات سے مختصراً بحث کی گئی ہے۔ اعجاز کے ضمن میں امام زرکشیؒ نے لفظ، معنی اور مناسبت میں اعجاز سے بطور خاص کلام کیا ہے۔[33]

اسی بحث کے اختتام پر امام زرکشیؒ نے مسألة کے تحت احسن طریق تفسیر یعنی تفسیر بالماثور سے بھی مختصر کلام کیاہے۔ صاحب البرہان لکھتے ہیں:

"أحسن طريق التفسير أن يفسر القرآن بالقرآن فما أجمل في مكان فقد فصل في موضع آخر وما اختصر في مكان فإنه قد بسط في آخر فإن أعياك ذلك فعليك بالسنة فإنها شارحة للقرآن وموضحة له قال تعالى: "**وَمَآ أَنزَلۡنَا عَلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ ٱلَّذِي ٱخۡتَلَفُواْ فِيهِ وَهُدٗى وَرَحۡمَةٗ لِّقَوۡمٖ يُؤۡمِنُونَ**"[34] ولهذا قال صلى الله عليه وسلم: ((أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ)) [35] يعني السنة فإن لم يوجد في السنة يرجع إلى أقوال الصحابة فإنهم أدرى بذلك لما شاهدوه من القرائن ولما أعطاهم الله من الفهم العجيب فإن لم يوجد ذلك يرجع إلى النظر والاستنباط بالشرط السابق"۔[36]

تفسیر قرآن کاسب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے۔ اگر تفسیر القرآن بالقرآن ممکن نہ ہو تو سنت رسول ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے گا جو کہ قرآن کا بیان ہے۔ اگر سنت رسول ﷺ میں بھی تفسیر نہ ملے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تفسیری اقوال میں تلاش کی جائے گی کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نزول قرآن و دیگر قرائن کے عینی شاہد ہیں۔ اگر اول

[33]تفصیل کے لیے دیکھئے: البرہان فی علوم القرآن، 314:2

[34]النحل 64:16

[35]احمد بن حنبل، المسند، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، 2001ء، 12:1

[36]البرہان فی علوم القرآن، 2:315-316

الذکر ان تینوں طرق سے تفسیر قرآن نہ ملے تو اصول وضوابط کی روشنی میں اجتہاد واستنباط سے استفادہ کیا جائے گا۔ علامہ موصوف نے اس بحث میں چند ایسے نکات کا تذکرہ بھی شامل کتاب کیا ہے جن میں مفسر کے لئے احتیاط ضروری ہے۔[37]

(7) صوفیا کی بیان کردہ تفسیر:

امام زرکشیؒ نے تنبیہ کے عنوان کے تحت اس جہت سے مختصر اً کلام کیا ہے۔ اس بارے لکھتے ہیں:

"فأما كلام الصوفية في تفسير القرآن فقيل: ليس تفسيرا وإنما هي معان ومواجيد يجدونها عند التلاوة كقول بعضهم في: "**يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قَٰتِلُواْ ٱلَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ ٱلۡكُفَّارِ**"[38] إن المراد: النفس فأمرنا بقتال من يلينا لأنها أقرب شيء إلينا وأقرب شيء إلى الإنسان نفسه"۔[39]

تفسیر قرآن میں جہاں تک صوفیا کے کلام کا تعلق ہے تو اس بارے کہا جاتا ہے کہ یہ تفسیر نہیں ہے بلکہ وہ معانی اور انکشافات ہیں جو تلاوت کے وقت ان پر ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ان میں سے بعض (صوفیا) نے کہا ہے کہ اس قول باری تعالیٰ "يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قَٰتِلُواْ ٱلَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ ٱلۡكُفَّارِ" سے مراد "النفس" ہے۔ اس لیے کہ اس آیت میں ہمیں اس سے قتال کا حکم دیا گیا ہے جو ہمارے قریب تر ہے اور انسان کے لیے سب سے اقرب چیز اس کا اپنا نفس ہے۔

علامہ زرکشیؒ نے صوفیا سے منقول تفسیر کے حوالے سے آئمہ کے چند اقوال نقل کئے ہیں جو تفسیر اشاری کی حقیقت ومذمت پر صریحاً دلالت کرتے ہیں۔ بطور نظیر البرہان سے ایک اقتباس درج ذیل ہے:

"ابن الصلاحؒ نے اپنے فتاوی میں بیان کیا ہے کہ میں نے امام ابو الحسن الواحدیؒ مفسر سے یہ قول پایا ہے کہ انھوں نے کہا: ابو عبد الرحمن السلمی نے کتاب حقائق التفسیر تصنیف کی ہے۔ پس اگر اس نے یہ اعتقاد کیا ہے کہ وہ کتاب تفسیر ہے تو بے شک وہ شخص کافر ہو گیا۔ ابن الصلاحؒ کا قول ہے: کہ میرے نزدیک صوفیا میں سے جن لوگوں پر اعتماد کیا جاتا ہے، ان کی نسبت گمان ہے کہ اگر وہ اس طرح کی کوئی بات کہتے ہیں تو اسے بطور تفسیر بیان نہیں کرتے اور نہ کلمہ کی شرح کرنے کے طریقہ پر جاتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر یہ بات ہو تو گویا وہ لوگ فرقہ باطنیہ

[37]تفصیل کی لئے دیکھئے: البرہان فی علوم القرآن، 317:2

[38]التوبۃ 123:9

[39]البرہان فی علوم القرآن، 311:2

کے مسلک پر چلنے والے شمار ہوں گے۔ بلکہ بات صرف اتنی ہے کہ انھوں نے اس چیز کی ایک نظیر دی ہے جس کے ساتھ قرآن آیا ہے کیونکہ نظیر کا ذکر بھی نظیر ہی کے ساتھ ہوا کرتا ہے جیسا کہ مذکورہ آیت میں نفس کی مثال ہے۔ گویا کہا گیا ہے کہ اس (آیت) میں ہمیں نفس سے قتال کا حکم دیا گیا ہے جو کفار سے زیادہ ہمارے قریب ہے اور ایسا خیال کرنے کے باوجود بھی میں یہ کہتا ہوں کہ کاش وہ لوگ اس طرح کا تساہل نہ کرتے اس لئے کہ اُن کے اس طرح کے کلام میں وہم اور شک پیدا کرنے کا مواد موجود ہے۔"[40]

علاوہ ازیں اس بحث سے متصل علامہ موصوف نے تفسیر قرآن سے متعلق چند نقلی علوم کا تذکرہ بھی کیا ہے جس میں سبب نزول، ناسخ و منسوخ، مبہم کی تعیین اور مجمل کی تبیین وغیرہ شامل ہیں۔[41]

(8) تفسیری اعتبار سے قرآن مجید کی تقسیم:

قرآن کی اس تقسیم کے بارے علامہ زرکشیؒ لکھتے ہیں:

واعلم أن القرآن قسمان: أحدهما ورد تفسيره بالنقل عمن يعتبر تفسيره وقسم لم يرد۔[42]

اول: وہ تفسیر جو بالنقل وارد ہوئی ہے علامہ نے اس تک رسائی کے تین بڑے ذرائع بیان کیے ہیں جن میں احادیث نبویہ ﷺ، آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور آثار تابعین رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں۔ اسی تناظر میں اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم میں وقوع اختلاف، ان کی تعبیر و تطبیق اور اصول ترجیح کا مختصر بیان بھی شامل ہے۔

ثانی: قرآن کے جس حصہ کی تفسیر غیر منقول ہے۔ علامہ زرکشیؒ نے اس کے فہم تک رسائی کے تین طرق بیان کیے ہیں جن میں لغت عرب کے مفردات، مدلولات اور کلام کا سیاق وسباق شامل ہیں۔[43]

(9) تأویل کی اقسام:

علامہ زرکشیؒ نے آغاز بحث میں تأویل کی درج ذیل دو اقسام[44] بیان کی ہیں:

---

[40] البرہان فی علوم القرآن،2:311-312

[41] البرہان فی علوم القرآن،2:312

[42] البرہان فی علوم القرآن،2:313

[43] الماخوذ، البرہان فی علوم القرآن،2:312-313

[44] البرہان فی علوم القرآن،2:318

(1)منقاد (2)مستکرہ

منقاد مطیع اور فرمانبردار کے معنی میں ہے جو کہ جائز ہے جبکہ مستکرہ مکروہ و ناپسندیدہ سے تعبیر ہے جو ممنوع ہے۔اس بحث کا مختصر خاکہ درج ذیل ہے۔

تأویل منقاد: تأویل کی وہ قسم جس میں کوئی بُرائی نہیں۔علامہ زرکشیؒ اس کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

ما لا تعرض فيه بشاعة أو استقباح۔[45]

علامہ زرکشیؒ نے اس کی درج ذیل تین صورتیں بیان کیں ہیں:

I. إما الاشتراك في اللفظ.

II. وإما لأمر راجع إلى النظم.

III. وإما لغموض المعنى ووجازة النظم.[46]

جناب مؤلف نے مذکورہ بالا جہات کی توضیح کے لئے ایک ایک مثال بھی شامل بحث کی ہے۔

تأویل مستکرہ: تأویل کی وہ قسم جو ناپسندیدہ ہے۔علامہ زرکشیؒ اس بارے لکھتے ہیں:

وأما المستكره فما يستبشع إذا عرض على الحجة۔[47]

جہاں تک تعلق ہے ناپسندیدہ تاویل کا تو جب وہ دلیل کے ساتھ پیش کی جائے تو اس میں کوئی برائی نہیں۔

علامہ موصوف نے قسم ہٰذا کی چار وجوہ مع امثلہ بیان کی ہیں جن میں ایک عام لفظ کی تأویل جو اپنے تحت آنے والی بعض چیزوں کے ساتھ خاص ہے، ایسی تأویل جو دو معانی کو الجھادے، مستعار لفظ کی تأویل اور وہ تأویل جو لفظ کے اشتقاق سے بعید ہو، بالترتیب شامل ہیں۔ان وجوہ اربعہ کے حامل لوگوں کے بارے علامہ رقمطراز ہیں جو علوم میں مہارت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن وہ ان علوم کے اصول و شرائط سے واقفیت نہیں رکھتے۔

"اور پہلے اصول کا اطلاق اکثر و بیشتر ان فقہاء پر ہوتا ہے جو اصول فقہ کی معرفت میں تبحر نہیں رکھتے اور دوسرا اس متکلم سے متعلق ہے جو شرائط نظم کی واقفیت سے قاصر ہے اور تیسرے اصول کا اطلاق اس محدث پر ہوتا ہے جس

[45]البرہان فی علوم القرآن،318:2

[46]الماخوذ:البرہان فی علوم القرآن،318:2

[47]البرہان فی علوم القرآن،318:2

کے ہاں قبولیت روایات کی شرائط کا اہتمام نہیں ہوتا اور چوتھا اصول اس ادیب پر منطبق ہوتا ہے جو استعارات اور اشتقاقات کی شرائط میں محتاط نہیں ہے۔"[48]

(10) فہم معانی قرآن کے متنوع مباحث:

یہ بحث تفسیر و تأویل کی نوع کا نمایاں حصہ ہے جو تقریباً چھ فصول میں محصور ہے۔ علامہ زرکشیؒ نے ہر جہت کو مختصر ضروری وضاحت کے بعد آیات قرآنیہ سے مستدل کرتے ہوئے حوالہ اوراق کیا ہے۔ یہ مباحث تفسیر قرآن پر ان انواع کے متفرق استدلالی جہات سے مرتب ہونے والے اثرات کی بھی عکاس ہیں۔ ان متفرق طرق میں قرآن میں تدبر و تفکر، قرآن کے اول و آخر کا علم، تفصیل کی عدم موجودگی میں اجتہاد و استنباط، قرآن کے ظاہر و مخفی کا علم، ان الفاظ کا علم جو امر مخصوصہ کے علاوہ کسی دوسرے امر کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں اور وہ الفاظ جو ایک جگہ دو ممکنہ معنی کے محتمل ہوں اور دوسری جگہ ان میں سے ایک کا تعین ہو جائے، وغیرہ شامل ہیں۔[49] مذکورہ بالا جہات کے تفصیلی بیان میں امام زرکشیؒ نے فہم معانی قرآن کے حوالے سے تین تقسیمات بھی شامل بحث کی ہیں جو بیان اور محتاج بیان پر موقوف ہیں۔ ان تقسیمات کی عمومی وضاحت کے ساتھ ان تک رسائی کے اسالیب اور وجوہ بیان بھی شامل بحث ہیں۔ آیات قرآنی سے کثرت استدلال اس بحث کی اہم خصوصیت ہے۔ اول الذکر تین تقسیمات درج ذیل ہیں:

1. قرآن کا وہ حصہ جو بذات خود واضح ہے۔[50]
2. قرآن کا وہ حصہ جو بیان کا محتاج ہے۔[51] (مگر اس کا بیان کسی دوسری آیت یا سنت رسول ﷺ میں مذکور ہے۔)
3. قرآن کا وہ حصہ جس کا بیان کلمہ میں ہی مضمر ہے۔[52]

آیات قرآنی سے کثرت استدلال اس بحث کی اہم خصوصیت ہے علاوہ ازیں اختتام بحث پر امام زرکشیؒ نے قرآن کے واضح البیان حصہ (جو مذکورہ بالا نکات میں سے بالخصوص دوسرے نکتہ سے متعلق ہے) کی تفسیر کے بارے بحث کرتے

[48] البرہان فی علوم القرآن، 2:319

[49] تفصیل کے لئے دیکھئے: البرہان فی علوم القرآن، 2:321-330

[50] البرہان فی علوم القرآن، 2:321

[51] البرہان فی علوم القرآن، 2:322

[52] البرہان فی علوم القرآن، 2:322

ہوئے اس کی متفرق صورتیں بھی حوالہ قلم کی ہیں جن میں اس کی تفسیر اگلی آیت میں بیان ہونا یا کسی دوسری سورۃ میں یا ساتھ والی سورۃ میں بیان ہونا شامل ہیں۔[53] مثلاً

1۔ "فَمِن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُكُم"[54]

یہ آیت کافر اور مسلمان دونوں معانی میں عام ہے۔ اسی آیت میں لفظ المؤمنات کی اس وضاحت "فَتَيَٰتِكُمُ ٱلْمُؤْمِنَٰتِ "[55] جو کہ اسی آیت میں مذکور ہے، نے اول الذکر حکم میں سے غیر مسلم سے شادی کو خارج کرتے ہوئے اس کے حقیقی مدلول کو واضح کر دیا۔[56]

2۔ "مَٰلِكِ يَوْمِ ٱلدِّينِ"[57]

اسی طرح سورۃ الفاتحہ کی مذکورہ بالا آیت کا بیان سورۃ الانفطار کی درج ذیل آیات ہیں۔[58]

"وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا يَوْمُ ٱلدِّينِ ١٧ ثُمَّ مَآ أَدْرَىٰكَ مَا يَوْمُ ٱلدِّينِ ١٨ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۖ وَٱلْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ ١٩ "[59]

علامہ زرکشیؒ چونکہ خود اصولی ہیں اور ان کا یہ اصولی رنگ اس بحث میں جابجا نظر آتا ہے۔ انہوں نے تفسیر و تاویل کے مفاہیم و فروق اور تفسیر کے اصول و مبادیات کے کے تفصیلی بیان کے علاوہ قرآن کے ان لفظی مباحث سے بھی بحث کی ہے جن کو کتب اصول میں اصولیین نے شرح و بسط سے بیان کیا ہے۔ ان مباحث میں بالخصوص لفظ کی وضع کے اعتبار سے اقسام اور واضح اور غیر واضح دلالت کے اعتبار سے لفظ کی تقسیم قابل ذکر ہے۔ امام زرکشیؒ نے ان لفظی مباحث کے بنیادی اصول و مبادیات بیان نہیں کئے بلکہ دوران تفسیر ان اصولی لغوی قواعد سے استدلال کے متفرق طرق کی توضیح کو حدف تحقیق بنایا ہے۔ ان مباحث میں سے چند اہم انواع کا مختصر خاکہ درج ذیل ہے:

[53] الماخوذ، البرہان فی علوم القرآن، 2:223-225

[54] النساء 4:25

[55] النساء 4:25

[56] البرہان فی علوم القرآن، 2:324

[57] الفاتحہ 1:4

[58] البرہان فی علوم القرآن، 2:325

[59] الانفطار 81:17-19

i. ظاہر و باطن:

علامہ زرکشیؒ نے اس نکتہ سے مختصر اً کلام کیا ہے جو کہ دو معانی کے محتمل لفظ کی معنوی تعین سے متعلق بحث میں ہی مذکور ہے۔ اس مبحث کے آغاز میں علامہ یہ اصول یوں بیان کرتے ہیں: وقد يكون للفظ ظاهر وباطن۔[60]

بعد ازاں امام زرکشیؒ نے آیات قرآنی سے امثلہ نقل کرتے ہوئے ان کی ظاہری و باطنی توجیہات بھی حوالہ اوراق کیں ہیں۔ مثلاً قول باری تعالیٰ ہے: "أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِينَ "[61]

اس بارے علامہ زرکشیؒ لکھتے ہیں:

ظاهره الكعبة وباطنه القلب قال العلماء ونحن نقطع أن المراد بخطاب إبراهيم الكعبة لكن العالم يتجاوز إلى القلب بطريق الاعتبار عند قوم والأولى عند آخرين ومن باطنه إلحاق سائر المساجد به ومن ظاهره عند قوم العبور فيه۔[62]

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس آیت کے ظاہر سے مراد "کعبہ" ہے اور باطن سے مراد "قلب" ہے۔ علامہ لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک حضرت ابراہیمؑ کے اس کلام سے مراد کعبہ ہے، لیکن ایک گروہ کے نزدیک کوئی عالم علم اعتبار کے ذریعے قلب تک بھی تجاوز کرتا ہے۔ جبکہ دوسرے گروہ کے مطابق زیادہ درست بات یہ ہے کہ اس لفظ کے باطنی معنی میں تمام مساجد بھی شامل ہیں اور لوگوں کا اس سے گزرنا اس کا ظاہر ہے۔

ii. بصورت اشکال معنی تک رسائی کے طرق:

علامہ زرکشیؒ نے البرہان فی علوم القرآن میں اشکال کی صورت میں معنی تک رسائی کے تقریباً سات ذرائع بیان کیے ہیں جن میں کلمہ کو اس کے مخالف کی طرف لوٹانا، کلمہ کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانا، کلمہ کو کسی خبر شرط یا دوسرے معنی کی وضاحت کے ساتھ مقید کرنا، سیاق کلام کی دلالت، منقول اصل معنی پر غور کرنا، سبب نزول کی معرفت، منفعت کی روایت و حفاظت شامل ہیں۔ صاحب کتاب نے ہر طرق کو قرآنی امثلہ کی روشنی میں نہ صرف بیان کیا ہے بلکہ ان کے قواعد و جزویات کو بھی اقوال آئمہ سے مستدل کرتے ہوئے شامل بحث کیا ہے۔[63]

---

[60] البرہان فی علوم القرآن، 333:2

[61] البقرہ 125:2

[62] البرہان فی علوم القرآن، 2:333-334

[63] الماخوذ البرہان فی علوم القرآن، 2:334-339

iii. حقیقت و مجاز:

علامہ زرکشیؒ لکھتے ہیں:

قد يكون اللفظ مشتركا بين حقيقتين أو حقيقة ومجاز ويصح حمله عليهما جميعا۔[64]

دیگر انواع کی طرح اس اصولی نکتہ کے بیان میں بھی علامہ موصوف نے نصوص قرآنی سے متعدد امثلہ نقل کرتے ہوئے اس سے استدلال کے متفرق پہلو بیان کئے ہیں۔ جیسا کہ قول باری تعالیٰ ہے:"وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ"[65]

امام زرکشیؒ بیان کرتے ہیں:

قيل: المراد((يضارر))، وقيل: [((يضارر)) أي الكاتب والشهيد لا يضارر، فيكتم الشهادة والخط وهذا أظهر و يحتمل أن من دعا الكاتب والشهيد لا] يضارره فيطلبه في وقت فيه ضرر۔[66]

اس بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مذکورہ صدر آیت میں دو معانی کا احتمال ہے ایک تو یہ کہ کاتب اور گواہ نقصان نہ پہنچائیں اور دوسرا یہ کہ کاتب اور گواہ کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔

iv. نفی و اثبات:

اس جہت سے مختصر بحث کرتے ہوئے علامہ زرکشیؒ نے کسی چیز کے مثبت و منفی ہونے کے دو پہلو ذکر کیے ہیں۔ آغاز بحث میں علامہ لکھتے ہیں:"وقد ينفى الشيء ويثبت باعتبارين" [67]

بعد ازاں آیت قرآنی سے استدلال کرتے ہوئے اس پہلو کو واضح کیا۔ بطور نظیر ایک مثال درج ذیل ہے:

قول باری تعالیٰ ہے کہ "وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ رَمَىٰ" [68]

اس آیت میں "رمی" کی نفی اور اثبات کو علامہ نے واضح کیا ہے:

"یعنی نفی اور اثبات بعض اوقات کسی امر کی نوعیت سے منسلک ہوتے ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا آیت میں نبی کریم ﷺ کے پھینکنے کی نفی کی گئی ہے کیونکہ شکست کی وجہ آپ ﷺ کی طرف سے پھینکی گئی وہ مٹی نہیں تھی جس

[64] البرہان فی علوم القرآن، 341:2

[65] البقرہ 282:2

[66] البرہان فی علوم القرآن، 341:2

[67] تفصیل کے لئے دیکھئے البرہان فی علوم القرآن، 342:2

[68] الانفال 17:8

سے دشمن کے چہرے مسخ ہوگئے بلکہ درحقیقت شکست کی اصل وجہ دشمن کے دل میں موجود وہ وحشت تھی جواللہ نے پیدا کی تھی(جس کا اس آیت میں اثبات کیا گیا ہے)۔لہٰذا پہلی دفعہ کا پھینکنا دوسری مرتبہ پھینکنے سے یکسر مختلف ہے جو کہ اس آیت میں نفی واثبات کے استعمال سے واضح کیا گیا ہے۔"[69]

v. خفاء فی المعانی کے اسباب:

لفظی مباحث کے تناظر میں امام زرکشیؒ نے ظاہر میں اجمال کے نو اسباب بیان کیے ہیں۔جن میں ترکیب میں واقع ہونے والے مختلف مشترک الفاظ کو ظاہر کر دینا،کلام میں حذف ہونا، مستعمل ضمائر کی تعیین، وقوع وقف وابتداء، غرابت لفظ، ایک معنی میں کسی لفظ کے کثرت استعمال کی وجہ سے مرادی معنی کا مبہم ہونا، تقدیم وتاخیر، کسی لفظ کی ساخت میں تبدیلی، ایسی تکرار جو ظاہر میں وصل کلام کو منقطع کر دے، شامل ہیں۔البرہان میں ان تمام وجوہ کو مع امثلہ زیر بحث لایا گیا ہے۔[70]

vi. مجمل ومبین:

تفسیر وتأویل کی جامع ومفصل نوع کا آخری حصہ مجمل ومبین قرآن سے متعلق ہے۔بحث ہٰذا الفظ میں دو معانی کے احتمال کی صورت میں وقوع اجمال کی تبیین اور اس کے مختلف قرائن کو محیط ہے۔امام زرکشیؒ رفع اجمال کے دو قرائن بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"والرافع لذلك الاحتمال قرائن لفظية ومعنوية"۔[71]

لفظی قرائن کی مزید دو اقسام متصلہ ومنفصلہ ہیں۔جناب مؤلف نے ان تمام قواعد اوران کی ذیلی اقسام کو آیات قرآنی اور ان کے تفسیری نظائر کی روشنی میں بیان کیا ہے۔بطور نظیر ایک مثال درج ذیل ہے:

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ ٱلۡخَيۡطُ ٱلۡأَبۡيَضُ مِنَ ٱلۡخَيۡطِ ٱلۡأَسۡوَدِ"[72]میں موجود اجمال کی تفسیر "مِنَ ٱلۡفَجۡرِۖ"[73] یہ ہے جو اسی آیت میں مذکور ہے۔اگر یہ تفسیر وارد نہ ہوتی تو پہلے کلام میں تردد اور اجمال رہ جاتا[74]۔علامہ زرکشیؒ مزید لکھتے ہیں:

---

[69]تفصیل کے لئے دیکھئے البرہان فی علوم القرآن،342:2

[70]تفصیل کے لئے دیکھئے البرہان فی علوم القرآن،343:2

[71]البرہان فی علوم القرآن،347:2

[72]البقرہ187:2

[73]البقرہ187:2

[74]البرہان فی علوم القرآن،347:2

وقد ورد أن بعض الصحابة كان يربط في رجله الخيط الأبيض والأسود ولا يزال يأكل ويشرب حتى يتبين له لونهما فأنزل الله تعالى بعد ذلك: {من الفجر} فعلموا أنه أراد الليل والنهار۔[75]

(ج)ماخذات و مصادر

تفسیر و تاؤیل کی بحث کے دوران امام زرکشیؒ نے کتب علوم القرآن کے علاوہ دیگر علوم و فنون جیسے تفسیر، حدیث، فقہ ،اصول، تاریخ، رجال اور لغت وغیرہ کی کتب سے بھی بھرپور اخذ و استفادہ کیا ہے۔ علامہ موصوف نے ان کتب کی باقاعدہ فہرست مرتب نہیں کی اور نہ ہی مقدمہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے بلکہ پوری بحث میں جابجا ان کتب سے اقتباسات نقل کیے ہیں اور حوالہ جات مذکور کرنے میں متنوع اسالیب اختیار کیے ہیں مثلاً کبھی کتاب کا نام ذکر کرتے ہیں تو کبھی صرف مصنف کا اور چند مقامات پر مصنف اور اس کی تصنیف دونوں کے نام مذکور ہے۔ بحث ہٰذا کے مصادر میں سے چند نمایاں کتب اور ان کے مؤلفین کے اسماء درج ذیل ہیں:

کتب علوم القرآن: مستقل کتب علوم القرآن اور مختلف انواع پر تالیف کردہ کتب میں سے ایضاح الوقف الابتداء ازابن انباریؒ(متوفی328ھ)،التنبیہ علی فضل علوم القرآن ازابو القاسم نیشاپوریؒ(متوفی402ھ)، البرہان فی مشکلات القرآن از قاضی ابو المعالیؒ(متوفی478ھ)وغیرہ شامل ہیں۔

کتب تفسیر: تفسیری ذخیرہ میں سے علامہ زرکشیؒ نے جن کتب تفاسیر سے استفادہ کیا ہے ان میں تفسیر الآیی الذی نزل فی أقوام بأعیانهم از محمد بن سائب الکلبیؒ(متوفی203ھ)،جامع البیان عن تأویل آی القرآن ازابن جریر طبریؒ(متوفی310ھ)، تفسیر القرآن الکریم از ابوجعفر النحاسؒ (متوفی338ھ)، شفاء الصدور از ابو بکر النقاشؒ (متوفی351ھ)، النکت والعیون ازابوالحسن الماوردیؒ(متوفی450ھ)، شعیب الایمان از امام البیہقیؒ (متوفی458ھ)،لطائف الاشارات از ابونصر القشیریؒ(متوفی465ھ)،تفسیر الوسیط فی تفسیر القرآن المجید ازالواحدیؒ (متوفی468ھ)،المفردات فی تحقیق مواد لغات العرب المتعلقہ بالقرآن ازامام راغب اصفہانیؒ (متوفی502ھ)، معالم التنزیل فی تفسیر القرآن ازعلامہ بغویؒ(متوفی516ھ)، شفاء الصدور ازابن سبعؒ (متوفی520ھ)،البحر المحیط ازابوحیانؒ(متوفی745ھ)وغیرہ شامل ہیں۔

---

[75]بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الصوم، باب قول اللہ تعالیٰ وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط، رقم الحدیث:1917؛ البرہان فی علوم القرآن،2:347

کتب فقہ واصول: کتب فقہ واصول میں سے امام شافعیؒ (متوفی 204ھ)، کی الأم، یوسف بن حسن الکواشی کی دو کتب التبصرہ اور التلخیص اورابو الخطابؒ (متوفی 510ھ) کی الھدایۃ اور رؤس المسائل سے استفادہ کیا گیا ہے۔

متون حدیث: ان میں صحاح ستہ کے علاوہ امام احمد بن حنبلؒ (متوفی 241ھ) کی المسند، دار قطنیؒ (متوفی 279ھ) کی السنن، ابن حبانؒ (متوفی 354ھ) کی الصحیح، امام حاکمؒ (متوفی 405ھ) کی المستدرک سے استفادہ کیا گیا ہے۔

کتب لغت و معانی قرآن: لغت و معانی قرآن کی کتب میں سے معانی القرآن از امام فراءؒ (متوفی 207ھ)، معانی القرآن از ابو جعفر النحاسؒ (متوفی 338ھ)، الفسر از ابو الفتح جنیؒ (متوفی 392ھ)، الصاحبی فی الفقہ از ابن فارسؒ (متوفی 395ھ)، المفردات فی غریب القرآن از امام راغب اصفہانیؒ (متوفی 502ھ) قابل ذکر ہیں۔

کتب تاریخ، رجال اور جرح و تعدیل: علامہ زرکشیؒ نے چند تاریخ، رجال اور جرح و تعدیل کی کتب سے بھی اخذ استفادہ کیا گیا ہے جن میں الطبقات از ابن سعدؒ (متوفی 230ھ)، الجرح و التعدیل از ابی حاتم رازیؒ (متوفی 277ھ)، الکامل فی الضعفاء الرجال از ابو احمد بن عدیؒ (متوفی 365ھ) اور الاقتراء از ابن دقیق العیدؒ (متوفی 702ھ) وغیرہ شامل ہیں۔

(د) محاسن وخصائص بحث:

تفسیر و تأویل کی یہ جامع بحث متعدد محاسن کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے جن کا مختصر بیان درج ذیل ہے۔

جامعیت:

تفسیر و تأویل کی بحث کو جس قدر شرح وبسط سے کتب علوم القرآن میں بیان کیا گیا ہے اس قدر مفصل انداز میں یہ بحث نہ تو تفسیری مقدمات اور نہ ہی مستقل کتب اصول تفسیر میں زیر بحث رہی ہے۔ کتب علوم القرآن میں بھی علامہ زرکشیؒ نے اپنی گراں قدر تصنیف البرہان فی علوم القرآن میں پہلی بار اس نوع کو "معرفۃ تفسیرہ وتأویلہ" کے عنوان سے اصولی حیثیت میں بطور بحث تشکیل دیا۔ ماقبل کتب علوم القرآن میں اس نوع کی اس قدر تفصیلات مفقود ہیں۔ لہٰذا یہ نوع آپنے مشمولات کے اعتبار سے اس موضوع پر پہلی جامع بحث ہے جو تفسیر و تأویل اور اس کے اصول و مبادیات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔

آیات قرآنیہ سے استدلال:

تفسیر و تأویل کی بحث کی ایک نمایاں خوبی اس میں آیات قرآنی سے کثرت استدلال ہے۔ امام زرکشیؒ نے تقریباً ہر جہت کے بیان میں آیات کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے موضوع متعلقہ کی وضاحت کی ہے جو تفہیم قاری کے لیے بہت موضوع و مفید ہے۔ علاوہ ازیں تفسیر کے اصولی مباحث کے بیان میں چند مقامات پر آیات نقل کرنے کے ساتھ ساتھ تفسیر میں

ان سے استدلال کے متنوع اسالیب کی وضاحت میں آئمہ کے تفسیری اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ بطور نظیر مبین قرآن کی جہت میں سے "قرآن کا وہ حصہ جس کا بیان اس کے فوراً بعد ہو" کے تحت مذکور تفصیلات درج ذیل ہیں:

أن يكون عقبه كقوله تعالى: {الله الصمد} قال محمد بن كعب القرظي: تفسيره: {لم يلد ولم يولد. ولم يكن له كفوا أحد}وكقوله تعالى: {إن الإنسان خلق هلوعا} قال أبو العالية: تفسيره: {إذا مسه الشر جزوعا. وإذا مسه الخير منوعا} وقال ثعلب: سألني محمد بن طاهر: ما الهلع؟ فقلت: قد فسره الله تعالى وكقوله: {فيه آيات بينات} فسره بقوله: {مقام إبراهيم ومن دخله كان آمنا}۔[76]

مشمولات بحث:

یہ بحث اپنے محتویات کے اعتبار سے نہایت جامع و مفصل ہے۔ علامہ زرکشیؒ نے تفسیر و تأویل کی اس نوع کو اپنی کتاب البرہان فی علوم القرآن میں نا صرف پہلی مرتبہ بطور بحث تشکیل دیا بلکہ علم تفسیر کے اصول و مبادیات وضع کرتے ہوئے اس کے محدود حصار کو وسعت دی ہے۔ مشمولات بحث میں تفسیر و تأویل کی لغوی و اصطلاحی شروح, فروق, ماخذات و وجوہ تفسیر، مفسر کے لیے علوم ضروریہ، تفسیر بالرائے، ممانعت وضوابط اور قرآن کے لفظی مباحث جیسے علوم شامل ہیں۔ امام زرکشیؒ نے ان تمام تر پہلوؤں اور ان کے جزئیات و مسائل سے مدلل بحث کی ہے۔ المختصر یہ تمام نکات اس بحث کی جامعیت اور موضوعاتی توسع پر دال ہیں۔

جدت طرازی:

تفسیر و تأویل کی یہ بحث جس قدر تفصیل سے البرہان فی علوم القرآن میں زیر بحث لائی گئی ہے اس قدر جامع و مبسوط بحث کی نظیر ما قبل کی کتب میں موجود نہیں۔ البرہان میں علوم القرآن کی مختلف نئی انواع کے علاوہ تفسیر و تأویل کی باقاعدہ بحث کا مفید اضافہ ایسی جدت ہے جس نے اس کتاب کو مابعد کے تمام ماہرین علوم القرآن کے لیے بنیادی ماخذ و مصدر کے مقام پر فائز کر دیا ہے۔ اس بحث کو رجحان ساز نوع کی حیثیت حاصل ہے۔

حسن ترتیب:

علامہ زرکشیؒ نے اپنی اجتہادی و فقہی بصیرت سے تفسیر و تأویل کی بحث کو نہ صرف ایک خاص طرز پر تشکیل دیا بلکہ اس بحث کے مواد اور معلومات کو نہایت عمدہ ترتیب کے ساتھ پیش کیا ہے۔ خاص طور پر ماخذات تفسیر کی بحث میں امام زرکشیؒ نے اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم و اقوال تابعین رضی اللہ عنہم سے استدلال، اس کی استنادی حیثیت اور امثلہ بیان کرنے کے بعد عہد وار مفسرین

[76]البرہان فی علوم القرآن، 2:323

صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے اسماء ذکر کیے ہیں۔ اسی سے متصل اختلاف اقوال کی مختلف وجوہ اور قواعد تطبیق کا تذکرہ ہے ۔ تفسیر بالرائے، مشترک لفظ کے استعمالات اور دیگر لفظی مباحث میں بھی حسن ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

اصولی مباحث:

علامہ زرکشیؒ نے البرہان فی علوم القرآن میں اپنی اصولی و فقہی مہارت سے مختلف مباحث میں چند اصول و مبادیات وضع کیے ہیں جن کو متعلقہ مباحث کی اصل قرار دینا بے جانہ ہو گا۔ امام زرکشیؒ کا یہ اصولی اسلوب تفسیر و تأویل کی بحث میں بھی نظر آتا ہے۔ جناب مؤلف نے تفسیر کے حوالے سے چند اصول وضع کیے ہیں جو اس بحث میں اساس کا درجہ رکھتے ہیں۔ بطور مثال دو اصول درج ذیل ہیں:

1۔ تفسیر قرآن کے بارے علامہ یہ اصول متعین کرتے ہیں:

ولا يجوز تفسير القرآن بمجرد الرأي والاجتهاد من غير أصل۔[77]

یعنی قرآن کی تفسیر مجرد رائے اور اجتہاد سے کرنا جائز نہیں۔

2۔ اشکال کی صورت میں معنی قرآن تک رسائی میں سبب نزول کی معرفت کے حوالے سے علامہ لکھتے ہیں:

معرفة النزول وهو من أعظم المعين على فهم المعنى۔[78]

فصول بندی:

تفسیر و تأویل کی بحث کا ایک اجتہادی پہلو اس نوع میں قائم کی گئی فصول ہیں جن کو امام زرکشیؒ نے اپنی کتاب البرہان میں متعارف کروایا۔ بحث ہٰذا میں بھی علامہ نے ایک موضوع کو دوسرے موضوع سے منقطع کرنے کے لیے فصل کا عنوان قائم کیا ہے جو اس بحث کے متفرق جزوی مشمولات تک رسائی کا بھی اہم ذریعہ ہیں۔ اس بحث میں تقریباً 18 فصول قائم کی ہیں۔

تنبیہات و مسائل:

علامہ زرکشیؒ شافعی مسلک کے بہت بڑے اصولی تھے۔ آپ کا یہ فقہی و اصولی رنگ البرہان میں جابجا نظر آتا ہے۔ امام صاحب نے تفسیر و تأویل کی بحث میں بھی متعدد مقامات پر موضوعات کے دقیق مسائل و جزئیات سے تفصیلاً بحث کی ہے اور

[77] البرہان فی علوم القرآن، 2:302

[78] البرہان فی علوم القرآن، 2:336

اس حوالے سے "مسئلہ اور تنبیہات" کے باقاعدہ عنوانات قائم کیے ہیں جیسا کہ تفسیر بالرائے کے بیان میں صوفیاء کی تفسیر اور اس کے استنادی حیثیت کو"تنبیہ فأماکلام الصوفیہ فی تفسیر القرآن"[79] کے عنوان سے بیان کیا ہے۔

تفسیر و تأویل کی بحث بطور اساسی ماخذ:

البرہان فی علوم القرآن میں تفسیر و تاؤیل کی نوع کو پہلی اصولی حیثیت بار بطور مستقل بحث تشکیل دیا گیا جبکہ ما قبل کی کتب میں یہ بحث جزوی حیثیت میں ہی زیر بحث رہی۔ منفرد اجتہادی اسلوب پر مرتب کردہ یہ رجحان ساز بحث بالواسطہ یہ بلاواسطہ مابعد کی کتب میں موجود مباحث تفسیر کا بنیادی ماخذ ہے۔ علوم القرآن کی مایہ ناز کتاب الاتقان فی علوم القرآن میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ (متوفی 911ھ) نے اس بحث کو اساس بناتے ہوئے چار انواع معرفۃ تفسیرہ وتأویلہ وبیان شرفہ والحاجہ الیہ،معرفۃ شروط المفسرو آدابہ،فی غرائب التفسیر،فی طبقات المفسرین۔[80] قائم کیں ہیں۔ ابن عقیلہ مکیؒ (متوفی 1150ھ) نے بھی الزیادہ والاحسان فی علوم القرآن میں تقریبا 15 انواع قائم کی ہیں جن میں علامہ نے مفسر کے لیے ضروری علوم کو بطور خاص موضوع بحث بنایا ہے۔ جدید کتب علوم القرآن مثلاً مناہل العرفان فی علوم القرآن از علامہ زرقانیؒ (متوفی 1368ھ)،مباحث فی علوم القرآن از صبحی صالحؒ (متوفی 1408ھ)،اور مباحث فی علوم القرآن از مناع القطانؒ (متوفی 1420ھ) میں بھی اسی جامع بحث کو ماخذ بناتے ہوئے مفید اضافات کیے گئے ہیں۔

نتائج بحث:

1) علامہ زرکشیؒ نے تفسیر و تاؤیل جو کہ فن علوم القرآن و اصول تفسیر کی بنیادی بحث ہے، کو البرہان فی علوم القرآن میں پہلی مرتبہ اصولی اور فنی حیثیت سے موضوع بحث بنایا۔

2) علامہ زرکشیؒ نے اس بحث میں تفسیر و تاؤیل کے بنیادی مباحث مثلاً تفسیر و تاؤیل کی تعریفات و مفاہیم،ماخذات،وجوہ تفسیر، تفسیر بالرائے اور اس کے اصول ضوابط اور مفسر کے لیے علوم ضروریہ کے مفصل و مدلل بیان کے علاوہ قرآن کے لفظی مباحث اور ان کے متفرق جہات کو تفسیری نظائر سے مستدل کرتے ہوئے حوالہ اوراق کیا ہے جو اس بحث کی جامعیت و انفرادیت پر دال ہے۔

---

[79] البرہان فی علوم القرآن، 311:2

[80] سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1999ء

3) علامہ زرکشیؒ نے متفرق مقامات پر تنبیہ و مسائل کے عناوین قائم کرتے ہوئے متعلقہ موضوع کے مختلف پہلوؤں سے کلام کیا۔

4) تفسیر و تأویل کی اس مفصل و جامع بحث کا شمار اولیات زرکشیؒ میں ہوتا ہے جو علامہ موصوف کی فقہی و اجتہادی بصیرت کی آئینہ دار ہے۔

5) تفسیر و تأویل کی یہ رجحان ساز بحث مابعد کی کتب علوم القرآن و اصول تفسیر میں بنیادی مصدر و ماخذ ہے۔